AFKĀR *Research Journal of Islamic Studies*
Volume 3, Issue 2, December 2019, PP:13-26
E-ISSN2616-8588;P-ISSN2616-9223
www.afkar.com.pk; www.iri.aiou.edu.pk

Scan for download

فقہی استدلال پر اسبابِ ورودِ حدیث کے اثرات

The Effects of Hadīth Reasoning on the Jurisprudential Arguments

Ghulam Yaseen
Research Scholar
Department of Islamic Studies
Bahauddin Zakariya University, Multan

Prof. Dr. Muhammad Idrees Lodhi
Chairman/Director Sīrat Chair
Department of Islamic Studies
Bahauddin Zakariya University, Multan

ABSTRACT

As to the Fictional argument with Aḥādīth, the reasoning of those Aḥādīth is of the same importance as the reasoning of Qur'ānic verses for understanding the exact meanings of the Holy Qur'ān. From the earliest period of the Ummah, muḥaddithin dealt with this topic with an extra significance. Hazrat Ayesha Siddiqah (May Allah be pleased with her) did not acknowledge a few Aḥādīth as their narrators did not know the exact reasoning of Aḥādīth. She pointed out some errors that occurred in some cases by the companions in the narration of some Aḥādīth and corrected these errors with respect to Ḥadīth reasoning which is discussed briefly in the article. This topic gained some extra attention from the researchers in the fourth century. The article comprehensively brings the relevant discussion with respect to the need of the present age.

Keywords:*Jurisprudential Arguments, Ḥadīth Reasoning, Muḥaddithin.*

تمہید

اربابِ علم ودانش پر یہ حقیقت مخفی نہیں ہے کہ قرآن کے بعد فلاحِ انسانی کا دوسرا بڑا ذریعہ احادیث نبوی ﷺ ہیں مگران احادیث کے مقصودی احکام کا فہم اوران سے فقہی استدلال تب تک مشکل ہے جب تک ان احادیث کے اسبابِ ورود معلوم نہ ہوں کیونکہ جس طرح قرآنی احکام سمجھنے کیلئے آیات کا شان نزول جاننا اہم ہے اسی طرح فرموداتِ نبوی ﷺ سمجھنے کیلئے اسباب ورود حدیث کو جاننا بھی ضروری ہے جس طرح امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

فَاِنَّ مِنْ اَنْوَاعِ عُلُوْمِ الْحَدِيْثِ مَعْرِفَةُ اَسْبَابِهٖ كَاَسْبَابِ نُزُوْلِ الْقُرْآنِ[1]

علوم حدیث کی اقسام میں سے حدیث کے اسباب (ورود) کی معرفت اسبابِ نزولِ قرآن (کی معرفت) کی مانند ہے۔

زیر نظر مقالہ میں فقہی استدلال میں اسباب ورود حدیث کے اثرات اوراس کی ضرورت واہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اصل مقصود سے پہلے ''اسباب ورود حدیث'' اصطلاح کا تعارف پیش خدمت ہے تاکہ فہم مقصود آسان ہو جائے۔

اَسبابِ وُرودِ حدیث کا تعارف

''اسبابِ وُرود حدیث'' اس اصطلاح کی تعریف سے پہلے اس میں مذکور تینوں الفاظ (اسباب، وُروداور حدیث) میں سے ہر ایک کے علیحدہ علیحدہ معانی ملاحظہ ہوں۔

اسباب: سبب کی جمع ہے جسکے لغوی معنی ہیں

''كُلُّ شَيْئٍ يُتَوَصَّلُ بِهٖ اِلٰى غَيْرِهٖ''

'' ہر وہ چیز جس کے ذریعے غیر تک پہنچا جائے''۔

''وَكُلُّ شَيْئٍ يُتَوَصَّلُ بِهٖ اِلٰى غَيْرِهٖ فَقَدتَسَبَّبَ اِلَيْهِ والْجَمْعُ اَسْبَابٌ''[2]

'' اور ہر وہ چیز جس کے ذریعے اس کے غیر تک پہنچا جائے تو وہ چیز اس (دوسری چیز) کیلئے سبب قرار پاتی ہے اوراسکی جمع اسباب ہے''۔

پھر اہل عرف عام نے اس کا اطلاق ہر اس چیز پر کیا جو مطلوب تک پہنچائے اور علمائے شریعت نے اسکی تعریف کی کہ

''اِنَّهٗ عِبَارَةٌ عَمَّا يَكُوْنُ طَرِيْقًا لِلْوُصُوْلِ اِلٰى الْحُكْمِ غَيْرِمُؤَثِّرفِيْهِ''

'' سبب اس چیز کا نام جو حکم تک پہنچنے کا راستہ ہو اوراس میں مؤثر نہ ہو''۔[3]

وُرُود: وَرَدَ، يَرِدُ سے مصدر ہے، ابن فارس نے اپنی معجم میں کہا کہ واؤ، راء اور دال کی دو اصل ہیں، ان میں سے ایک ''اَلْمُوَافَاةُ اِلَى الشَّيْئِ''(کسی چیز تک پہنچنا) اوردوسری اصل '' وَرْد'' رنگوں میں سے ایک رنگ ہے۔ پس پہلے معنی کے اعتبار سے ''اَلْوَرْد'' اَلصَّدر کا خلاف ہے، چنانچہ پہلی اصل کے مطابق کہا جاتا ہے ''وَرَدَتِ الْاِبِلُ الْمَآءَ تَرِدُهٗ وَرْدًا''(اونٹ پانی پر آئے) اورموارد، راستوں کو کہا جاتا ہے۔ چنانچہ جریر نے کہا:

"اَمِیْرًا لْمُؤمِنِیْنَ عَلٰی صِرَا طٍ اِذَا اَعْوَجَ الْمَوَارِدمُسْتَقِیْمٌ"

امیر المؤمنین صراط مستقیم پر ہیں جبکہ راستے ٹیڑھے ہو جائیں اور دوسری اصل کے مطابق جب گھوڑے یا شیر کا رنگ پھول کا سا ہو تو کہا جاتا ہے "فَرسٌ وَرْدواَسَدوَرْدٌ"[4] الوُرُوْد کا معنٰی بیان کرتے ہوئے ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

"قَالُوْااَلْوُرُوْدوَالْمَوَارِدبِمَعْنَی الْمَنَاهِلِ اَوِالْمَآءِ الَّذِیْ یُوْرِدُ" [5]

" عرب کہتے ہیں ورود اور موارد مناہل (گھاٹ، چشمہ) کے معنٰی میں ہے یا اس پانی کے معنٰی میں جو وہاں (گھاٹ، چشمہ میں) جاری ہوتا ہے"۔

حدیث: حدیث لغت میں "قَدِیْمٌ" کی ضد ہے اس کا معنٰی ہے جدید اور یہ خبر کے معنٰی میں بھی بولا جاتا ہے چنانچہ مختار الصحاح میں ہے:

"اَلْحَدِیْثُ الْخَبَرقَلِیْلُهٗ اَوْکَثِیْرُهٗ "[6]

"حدیث کا معنٰی ہے خبر، تھوڑی ہو یا زیادہ"۔

جبکہ اصطلاح میں حدیث کا اطلاق نبی کریم ﷺ کے قول، فعل اور تقریر پر کیا جاتا ہے چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

"اَلْحَدیثُ عِندجَمْہُورالْمُحدِّثِینَ یُطْلَقُ علیٰ قَولِ النّبِیّ ﷺوفِعْلِهٖ وَتَقْرِیْرِهٖ " 7

جمہور محدثین کے نزدیک حدیث نبی کریم ﷺ کے قول، فعل اور تقریر کو کہا جاتا ہے۔

اس مقام پر "اسباب ورود حدیث" کی ترکیب میں ورود کا پہلا معنی "اَلْمُوَافَاةُ اِلَی الشَّیْءِ "لیا جا سکتا ہے یعنی حدیث کے وارد ہو کر ہم تک پہنچنے کے اسباب بیان کیے جاتے ہیں۔

تینوں الفاظ کی علیحدہ علیحدہ تعریف کے بعد اب ان تینوں الفاظ کے مجموعہ "اسباب ورود حدیث" کی تحقیق ذیل میں ملاحظہ ہو۔

اسباب ورود حدیث کی اصطلاحی تعریف

اسباب ورود حدیث کی اصطلاحی تعریف کے متعلق ائمۂ فن کی تعبیرات و تشریحات مختلف وارد ہوئی ہیں، جن میں سے چند ایک خاص خاص پیش کی جاتی ہیں۔ چنانچہ علامہ یحییٰ اسماعیل احمد اسباب الورود میں لکھتے ہیں:

"مَا وَرَدالْحَدِیْثُ اَیَامَ وُقُوعِهٖ"[8]

حدیث کے وقوع کے زمانہ میں جس امر کی وجہ سے حدیث وارد ہوئی اس کی معرفت حاصل کرنے کا نام اسباب ورود ہے۔

محققِ عصر علامہ طارق اسعد حلیمی نے اسباب ورود حدیث کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی ہے:

" هُومَعْرِفَةُ مَا جَرَی الْحَدِیْثُ فِی سِیَاقِ بَیَانِ حُکمِهٖ اَیّامَ وُقُوعِهٖ"

"اسباب ورود حدیث اس حالت کو جاننا ہے جسکے حکم کے بیان کے سیاق میں حدیث اپنے وقوع کے زمانہ میں جاری ہوئی"۔[9]

امام سیوطی سببِ ورود حدیث کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ

"وَهُوَعِلْمٌ يُبْحَثُ فِيْهِ عَنِ الْاَسْبَابِ الدَّاعِيَةِ اِلٰى ذِكررَسُوْلِ اللهِ وهَذَا السَّبَبُ قَديَكُوْنُ سُوَالًا وَقدتَكُونُ حَادِثَةً وقدتكونُ قصةً يَقُوْلُ النَّبِيُّ ﷺ الْحَدِيْثَ بِسَبَبِهٖ اوبِسَبَبِهَا"[10]

سبب ورود حدیث وہ علم ہے جس میں ان اسباب کے بارے میں بحث کی جاتی ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ کے ذکر کی طرف پہنچاتے ہیں (جن میں آپ ﷺ کے اقوال، افعال، عادات، فضائل اور صفات کا ذکر ہو البتہ) یہ سبب کبھی سوال ہوتا ہے، کبھی حادثہ ہوتا ہے، کبھی واقعہ ہوتا ہے اور کبھی کوئی قصہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے یہ حدیث ارشاد فرمائی ہوتی ہے۔

اسی طرح حدیث کے معنی و مراد کی تحدید کے طریقہ کو بھی سبب ورود حدیث کہتے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن حمزہ دمشقی کے مطابق

"هُومَا يَكُونُ طَرِيْقاً لِتَحْدِيْدمُرَاد الْحَدِيْثِ مِنْ عُمُوْمٍ اوخُصُوْصٍ اواِطْلَاقٍ اوتَقْيِيْد اونَسْخٍ اَوغَيْرِذَالِكَ"[11]

علم اسباب ورود حدیث وہ علم ہے جو کسی حدیث کے معنی میں عموم و خصوص اطلاق و تقیید، یا نسخ کی تعیین کا ذریعہ اور وسیلہ بنتا ہے۔

سابقہ کام کا جائزہ

اسباب ورود حدیث پر بحیثیتِ مستقل ایک فن کے عربی زبان میں کافی کام ہو چکا ہے جس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

شیخ الاسلام امام بلقینی اس فن پر باقاعدہ قلم اٹھانے والے پہلے شخص ہیں آپ کی اس فن پر، محاسن الاصطلاح کے نام سے تصنیف موجود ہے۔

علامہ ابن حمزہ الحسینی دمشقی نے بھی اس فن پر ایک عمدہ کتاب " البيان والتعريف في اسباب ورودالحديث الشريف"تحریر کی ہے۔

امام جلال الدین سیوطی نے اس فن پر "اللمع في اسباب الحديث"نام سے ایک کتاب میں فقہی ترتیب پر احادیث جمع کی ہیں اور پھر ان احادیث کے اسباب بیان کیے ہیں۔

پاک و عرب کی مختلف یونیورسٹیز میں اسباب ورود کی مذکورہ کتب پر اطلاقی، تقابلی یا تجزیاتی انداز میں تو کچھ کام ہوا ہے مگر فقہی استدلال میں اسباب ورود حدیث کی رعایت کرنے یا نہ کرنے سے کیا فرق پڑتا ہے اور فقہی استدلال میں اس فن کی کتنی ضرورت و اہمیت ہے؟ اس پہلو پر اب تک مستقلا کوئی کام منظر عام پر نہیں آیا اس لیے اس تحقیقی کام کی اہمیت اور ضرورت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ اللہ تعالی میری سعی کو نافعِ امت بنائے۔ آمین

فقہی استدلال میں اسباب ورود حدیث کی ضرورت و اہمیت

فقہی استدلال کے لئے اسباب ورود حدیث کو جاننا انتہائی اہم و ضروری ہے کیونکہ اسباب ورود جاننے سے ہی معلوم ہو گا کہ یہ حکم ارشاد فرمانے کی اصل وجہ کیا تھی، اس وقت ماحول کیا تھا، اس ماحول کے مطابق ضرورت کیا تھی اور کتنی تھی، کیونکہ اگر کسی حکم کی واقعیت سے مکمل آگاہی ہو گی تو اس حکم یا عمل کی ضرورت بڑھنے پر مزید تاکید کی جا سکتی ہے اور ضرورت بدلنے پر تبدیلی بھی کی جا سکتی ہے، رسول اللہ ﷺ کے صریح حکم

کے باوجود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عورتوں کو مسجد آنے سے روک دینا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا لوگوں کی سستی اور دنیوی مشاغل بڑھ جانے کی وجہ سے جمعہ کی دوسری اذان شروع کروانا اسی باب کی مثالیں ہیں اور اگر اسباب ورود حدیث معلوم نہ ہوں تو مقصود نبوی ﷺ کو سمجھنا انتہائی دشوار بلکہ بعض مقامات پر ناممکن ہے مثلاً حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "انتم اعلم بامردنیاکم"[12] اپنی دنیا کے معاملات تم ہی زیادہ جانتے ہو، اگر ہم اس حدیث کے محض انہی الفاظ کو دیکھیں تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ رسول للہ ﷺ سے دنیوی معاملات زیادہ جانتے تھے اس لئے آپ ﷺ نے دنیوی معاملات ان کے سپرد کر دیے حالانکہ اگر ہم سبب حدیث کی طرف دیکھیں تو مفہوم یکسر تبدیل نظر آتا ہے کیونکہ اس فرمان کے وارد ہونے کا سبب یہ ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ایسے لوگوں کے قریب سے ہوا جو نر کھجوروں کا شگوفہ مادہ کھجوروں میں ڈال رہے تھے تو آپ نے فرمایا: "لَولَمْ تَفْعَلُوا لَصَلُحَ" اگر تم ایسا نہ کرو تو اچھا ہوگا، انہوں نے پیوندکاری نہ کی تو اس سال پھل کم ہو گیا وہ آپ سے اس کمی کا شکوہ کرنے لگے تو آپ نے فرمایا، "انتم اعلم بامردنیاک" اپنی دنیا کے معاملات تم ہی زیادہ جانتے ہو (اور اس کا حرص بھی تم ہی رکھتے ہو)، میں تو تمہیں آخرت کے اعتبار سے بھلائی کا حکم دے رہا تھا اور میرا منصب بھی یہی ہے دنیا کے معاملات تم ہی زیادہ جانتے ہو لھٰذا تم جانو اور تمہاری دنیا جانے، معلوم ہوا کہ سبب حدیث جاننے سے پہلے جو مفہوم سمجھ آ رہا تھا وہ سبب جاننے کے بعد یکسر تبدیل ہو گیا ہے کہ یہاں لوگوں کے علم کا اظہار مقصود نہیں بلکہ زجر و توبیخ مقصود ہے۔

اسی طرح حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَيْسَ الْبِرأَنْ تَصُومُوا فِي السَّفَر" [13]

""سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے""۔

اس حدیث کے محض ظاہر الفاظ کو دیکھا جائے تو اس سے اس کے علاوہ فقہی استدلال ہو ہی نہیں سکتا کہ کسی بھی شخص کے لئے سفر میں روزہ رکھنا بے فائدہ عمل ہے نہ اسے اس روزہ کا ثواب ملے گا اور نہ ہی اس کے ذمہ سے واجب ادا ہوگا جبکہ کوئی مجتہد فقیہ بھی اس کا قائل نہیں ہے بلکہ فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ مسافر پر روزہ رکھنے کا وجوب تو ساقط ہو جاتا ہے مگر جواز باقی رہتا اس لئے مسافر کو روزہ چھوڑنے اور رکھنے کا اختیار ہوتا ہے بلکہ روزہ رکھنا اگر اسے نقصان نہ دے تو اس کے لئے چھوڑنے کی بجائے رکھنا افضل ہے جیسا کہ علامہ ابن عابدین شامی رقمطراز ہیں "أَنَّهُ مُخَيَّرَوَلَكِنَّ الصَّوْمَ أَفْضَلُ إنْ لَمْ يَضُرَّهُ "[14] اس لیے کہ فقہاء مذکورہ حدیث کے محض الفاظ سے استدلال نہیں کرتے بلکہ وہ اس کے سبب ورود کو مد نظر رکھ کر فیصلہ کرتے ہیں، اس حدیث کا سبب ورود یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک بار سفر کر رہے تھے آپ نے دیکھا ایک شخص کے گرد لوگ جمع ہیں اور انہوں نے اس پر سایہ کیا ہوا ہے آپ ﷺ کے استفسار پر لوگوں نے بتایا کہ یہ شخص روزہ دار ہے (اس وجہ سے سفر کرتے ہوئے بے ہوش ہو گیا ہے) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔[15]

اس سبب کو جاننے کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اس فرمان نبوی کا منشاو مقصود سفر میں روزہ کی عدم مشروعیت کا حکم صادر کرنا نہیں ہے بلکہ

صرف لوگوں سے حرج کودفع کرنامقصود ہےاس لیے یہ نفی اس بات پر محمول ہوگی کہ کوئی شخص یہ تصور کرے کہ میں سفر کی مشقت کے باوجود روزہ رکھ رہاہوں اس لیے مجھے اس سے زیادہ نیکی ملے گی اس کا یہ نیکی کی زیادتی کاتصور کرنا غلط ہے جیساکہ یوسف بن عبداللہ القرطبیؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ ''لَيْسَ الْبِرالصِّيَامُ فِي السَّفَرأَيْ لَيْسَ هُوأَبَرالْبِرِّ''[16]لہذا مسافر کوجب روزہ نقصان دےاور حرج میں ڈالے اس وقت اس کے لیے روزہ چھوڑنا افضل ہےاور جب نقصان نہ دے اس وقت رکھنا افضل ہے۔

معلوم یہ ہوا کہ احادیث سے مسائل عصریہ وفقہی استدلال واستنباط میں ان احادیث کے اسباب ورود کو کلیدی حیثیت حاصل ہےان اسباب کے جانے بغیر مرادرسول ﷺ کو پانا نہ صرف مشکل ہے بلکہ بعض اوقات ناممکن ہو جاتاہے۔

فقہی استدلال میں اسبابِ ورود حدیث کی اہمیت شانِ نزول قرآن کی طرح ہے

آیات قرآنیہ اوراحادیث نبویہ کے اسباب وعلل سمجھے بغیر کوئی بھی حکم متعین کرنے میں غلطی کا غالب امکان رہتاہے یہی وجہ ہے کہ دور صحابہ سے لیکر دور حاضر تک شرعی احکام اخذ کرنے اور فقہی استدلال کرنے کے لیے جس طرح آیات قرآنیہ کے شان نزول کو خاص اہمیت دی جاتی رہی ہےاور آیات سے غلط حکم سمجھنے والے کی اصلاح شان نزول کے ذریعے ممکن بنائی جاتی رہی ہےاسی طرح احادیث کے اسبابِ ورود کو بھی خاص اہمیت دی جاتی رہی ہے اول الذکر(آیاتِ قرآنیہ کے شان نزول) کی مثال ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہانے اپنے بھانجے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے آیت مبارکہ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِاللّٰهِ کے بارے حکمِ شرعی پوچھاتوانہوں نے جواب دیا کہ صفاومروہ کاطواف نہ کرنے والے پر کوئی گناہ نہیں ہے توسیدہ عائشہ رضی اللہ عنہانے فرمایا کہ بھانجے! تم نے بُری بات کی ہے اگر حکم اس طرح ہوتا جس طرح آپ نے تاویل کی ہے توالفاظ یوں ہوتے ''فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا ''جبکہ الفاظ '' أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا '' ہیں اوراس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ اسلام سے قبل قریش منات کے پاس آکر تلبیہ کرتے تھے یہ ایک بت تھا جو مشلّل کے پاس تھا جو شخص اس کے پاس تلبیہ کہہ لیتا تووہ صفااور مروہ کے طواف کوگناہ سمجھتا چنانچہ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کے بعد انہوں نے اس بارے رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیاتو یہ آیت نازل ہوئی پھرآپ ﷺ نے اس کو سنت قرار دے دیالہذا اب کسی کواس کے چھوڑنے کی اجازت نہیں ہے۔[17]

اس آیت کا حکم بیان کرتے ہوئے حضرت عروہ سے خطاواقع ہوئی اورانہوں نے طواف نہ کرنے والوں کے لیے کوئی حرج نہیں سمجھی توحضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھانے ان کی دوطرح سے اصلاح فرمائی۔ایک تورفتار کلام سے اوردوسرا شان نزول سے۔اسی طرح مروان نے حضرت عبداللہ بن عباس سے قاصد بھیج کر پوچھاکہ

''لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا وَّيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ''[18]

ہر گز نہ سمجھنا انہیں جو خوش ہوتے ہیں اپنے کاموں پر اور چاہتے ہیں کہ ایسے کاموں پر ان کی تعریف کی جائے جو واقع میں انہوں نے نہیں کیے تو ایسے لوگوں کے بارے ہر گز گمان نہ کرو کہ وہ عذاب سے نجات پاگئے اور (حقیقت یہ ہے کہ) ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اس آیت کے حکم کے مطابق تو ہم میں سے کوئی بھی عذاب سے محفوظ نہیں رہے گا کیونکہ نہ کیے ہوئے کاموں پر ہم بھی تو تعریف پسند کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا اس آیت کریمہ سے مسلمانوں کا کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ یہ آیت اہل کتاب کے حق میں نازل ہوئی ہے اور انہی کے ساتھ خاص ہے کیونکہ ان سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے حق چھپا کر اس کے برعکس جواب دے دیا اور باہر نکل کر یہ کہنے لگے کہ ہم نے سوال کا جواب دے دیا ہے نیز حق چھپانے پر خوش بھی ہونے لگے اور یہ خواہش بھی کرنے لگے کہ اس پر ہماری تعریف بھی کی جائے تو اس آیت میں ان کی اس روش کا بیان ہے اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ یہ آیت ان منافقین کے بارے نازل ہوئی جو جنگ میں شریک نہ ہوتے تھے اور طرح طرح کے بہانے کرتے پھر خواہش کرتے کہ ان کی تعریف بھی کی جائے، ان کے بارے یہ آیت نازل ہوئی۔[19]

معلوم ہوا کہ آیات قرآنیہ سے صحیح احکام تب سمجھے جا سکتے ہیں جب ان کے شان نزول اور پس منظر سے صحیح آگاہی ہو ورنہ فہمِ حکم میں خطا کر جانا عین ممکن ہے۔

احادیث طیبہ سے احکام اخذ کرنے کے لیے بھی اسباب وعللِ ورود کا جاننا اسی طرح اہم ہے جس طرح آیات قرآنیہ کے شان نزول کا جاننا اہم ہے ورنہ ان سے احکام اخذ کرنے میں بھی خطا کا قوی امکان ہے۔ بلکہ ڈاکٹر رافت سعید علامہ یوسف القرضاوی کے حوالہ سے اسباب ورود حدیث کو اسباب نزول قرآن سے بھی زیادہ اہم قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قرآن اپنی طبیعت کے اعتبار سے عام اور ہمیشہ کے لیے ہے اس کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ جزئیات، تفصیلات اور حالات وواقعات کے لیے پیش کیا جائے البتہ اس سے ابتدائی اصول اور عبرتیں حاصل کی جاتی ہیں جبکہ سنت سے تو بہت سارے مشکل موضوعات، جزئیات اور حالات وواقعات کا علاج کیا جاتا ہے اور حدیث میں تفاصیل اور خصوص ہوتے ہیں لہٰذا اس علت کے پیشِ نظر

"فَاِذَا کَانَتْ اَسْبَابُ النُّزُوْلِ الْقُرْآنِ مَطْلُوْبَۃً لِمَنْ یَّفْهَمُهٗ اَوِیُفَسِّرُهٗ کَانَتْ اَسْبَابُ الْوُرُوْدالْحَدِیْثِ اَشَدطَلَباً"[20]

"قرآن کو سمجھنے والے اور تفسیر کرنے والے کے لیے جب اسباب نزول قرآن مطلوب ہوتے ہیں تو احادیث کے اسباب ورود تو زیادہ مطلوب ہوں گے"۔

اسبابِ ورودِ حدیث کے ساتھ اور اس کے بغیر فقہی استدلال کا فرق

احادیث نبوی کو اگر اسباب ورود کے بغیر سمجھا جائے اور پھر اسباب کے ساتھ ملا کر سمجھا جائے تو دونوں صورتوں میں جو مفہوم نکلتا ہے اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ فقہی استدلال میں اسباب ورود کی کتنی اہمیت وضرورت ہے اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا، "الشھرتسع وعشرون" مہینہ انتیس دن کا ہوتا ہے۔ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس روایت کے بارے معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا اللہ ابو عبدالرحمٰن (ابن عمر) پر رحم فرمائے اصل بات

یوں تھی کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک مہینہ تک اپنی ازواج سے الگ رہنے کی قسم اٹھالی پھر آپ انیتس دن کے بعد گھر واپس تشریف لے آئے تو لوگوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ آپ نے تو ایک مہینہ کی قسم کھائی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''اِنّ الشَّھْرِیَکُوْنُ تِسْعاً وَّعِشْرِیْنَ''

''بیشک مہینہ انیتس دنوں کا(بھی) ہوتا ہے یعنی یہ مہینہ انیتس دن کا ہوا ہے تو میری قسم پوری ہو گئی''۔[21]

چونکہ حضرت ابن عمر تک مہینے کے انیتس دن ہونے کے الفاظ پہنچے تھے اس وجہ سے وہ آپ ﷺ کے فرمان کا صحیح مقصد نہ سمجھ سکے صرف حدیث کے الفاظ نقل کر دیے لیکن حضرت عائشہ کو آپ ﷺ کے اس ارشاد کا سبب اور پس منظر بھی معلوم تھا اس لیے انہوں نے اس سبب کو بیان کر کے حدیث کا صحیح مطلب واضح کر دیا جس سے فقہی استدلال پر اسباب ورود حدیث کے اثرات کی ضرورت واہمیت واضح ہے۔

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ تین حدیثیں (بغیر کسی تفصیل اور وضاحت کے) بیان کیا کرتے تھے۔

نمبر1:

'' لَأَنْ أُمَتَّعَ بِسَوْطٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُعْتِقَ وَلَدالزِّنَا ''

'' اللہ کی راہ میں ایک چھڑی دے دینا مجھے کسی ولدالزنا کے آزاد کرنے سے زیادہ پسند ہے''۔

نمبر2:

''وَلَدالزِّنا شَرالثَّلا ثَۃِ''

''ولدالزنا اپنے ماں باپ دونوں سے بدتر ہے''۔

نمبر3:

''اِنَّ المَیِّتَ یُعَذَّبُ بِبُکاءِ الْحَیِّ''

''محلہ والوں کے رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے''۔

جب ان روایات کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ ابوہریرہ پر اللہ رحم فرمائے'' اَسَآءَ سَمْعاً فَسَآءَ اِصَابَۃً''انہوں نے سننے میں بھی غلطی کی اور پہنچانے میں بھی غلطی کی (یعنی ان احادیث کے اسباب وعلل معلوم نہ ہونے کی وجہ سے انہوں نے ٹھوکر کھائی)۔جبکہ آپ ﷺ کے پہلے فرمان کا پس منظر یہ ہے کہ قرآن مجید میں جب یہ آیت نازل ہوئی '' فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَۃَ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَۃُ''وہ دشوار گھاٹی میں سے کیوں نہیں گزرا اور آپ کیا سمجھے گھاٹی کیا ہے(قرض یا غلامی سے کسی بندے کی) گردن چھڑانا۔ تو بعض لوگ جن کے پاس غلام نہیں تھے وہ رسول اکرم ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم ایسا نہ کر لیں کہ اپنی لونڈیوں سے زنا کروائیں پھر جب وہ بچہ جنیں تو ہم انہیں آزاد کر دیں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں ایک چھڑی دے دینا مجھے ولدالزنا کے آزاد کرنے سے زیادہ پسند ہے۔ آپ کے دوسرے ارشاد کا سبب یہ تھا کہ منافقین میں سے ایک شخص آپ کو بہت تنگ کیا کرتا تھا تو آپ

نے فرمایا کون ہے جو مجھے اس کی اذیت سے بچائے۔لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ وہ ویسے بھی ولدالزنا ہے تو آپ نے فرمایا پھر تو وہ اپنے ماں باپ سے بھی زیادہ بدتر نکلا(کیونکہ ماں باپ نے تو زنا کا جرم کیا تھا مگر یہ اللہ کے نبی کو ایذا دیتا ہے جو زنا سے بھی بڑا جرم ہے) اور تیسرے ارشاد گرامی کا پس منظر یہ تھا کہ رسول اکرم ﷺ ایک یہودی کے گھر سے گذرے وہ یہودی مر چکا تھا اور اس کے گھر والے اس پر رو رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ تو اس پر رو رہے ہیں اور اس یہودی پر عذاب ہو رہا ہے۔[22]

اس حدیث کو اسباب ورود کے بغیر پڑھا جائے جس طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کر رہے تھے اور پھر اسباب ورود کے ساتھ پڑھا جائے تو مسائل میں زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے اور مراد مصطفی ﷺ بھی یکسر تبدیل ہو جاتی ہے اس لیے فقہی استدلال کے لیے احادیث کے اسباب ورود کا فہم انتہائی اہم ہے۔

رسول اللہ ﷺ صحابہ کو اسباب ورود پر غور کرنے کی خود ترغیب دیتے تھے

رسول اکرم ﷺ صحابہ کو اپنے فرمان کی علت (سبب) پر غور کر کے فقہی مسئلہ سمجھنے کی خود ہی تعلیم دیتے تھے۔ مثلاً:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ اپنے صحابہ کو نماز پڑھا رہے تھے اچانک آپ نے اپنے جوتے اتار کر اپنی بائیں جانب رکھ دیے جب آپ کے صحابہ نے دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے اپنے جوتے اتار پھینکے جب رسول اکرم ﷺ اپنی نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا تمہیں اپنے جوتے اتارنے پر کس بات نے ابھارا؟ انہوں نے عرض کی کہ ہم نے آپ ﷺ کو اتارتے ہوئے دیکھا تو ہم نے بھی اتار دیے تو آپ ﷺ نے فرمایا " اِنَّ جِبْرِيْلَ اَتَا نِیْ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ فِيْهِمَا قَذَ راً " میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے تھے اور مجھے انہوں نے بتایا کہ میرے نعلین پر ناپسندیدہ چیز لگی ہوئی ہے۔[23]

رسول اللہ ﷺ کا صحابہ کرام سے یہ سوال کرنا کہ تم نے جوتے کیوں اتارے ہیں، اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ صحابہ کو یہ تعلیم عطا فرما رہے تھے کہ میری اتباع کا مطلب یہ نہیں کہ میرے ظاہر کو دیکھ کر تم ویسے ہی کرو جیسے میں کرتا ہوں بلکہ میرے عمل کی علت پر اور اس کے سبب پر غور کیا کرو اور پھر جب وہ علت اور سبب نہ پایا جائے تو تم ویسے نہ کیا کرو اس لیے پھر فرمایا جس شخص کے جوتے پر گندگی لگی ہوئی نہ ہو وہ جوتے پہن کر نماز پڑھ سکتا ہے۔اور اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ آپ ﷺ کی تعلیم کا یہ انداز بھی تھا کہ کبھی کبھی آپ ﷺ صحابہ سے خود بھی کسی حکم کی علت وسبب پوچھ لیتے تھے تاکہ صحابہ کی توجہ احکام کے اسباب وعلل کی طرف مزید پختہ ہو اور احکام کے اسباب وعلل میں غور وفکر کا ملکہ پیدا ہو۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:"مَنْ جَرَّثَوْبَهٗ خُيَلآءَ لَايَنْظُرُاللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ" جو شخص تکبر کرتے ہوئے اپنا کپڑا زمین پر کھینچے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر نظر رحمت نہیں فرمائے گا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میری چادر کا ایک کنارہ تو (پیٹ بڑا ہونے کی وجہ سے) ڈھلکا ہی رہتا ہے مگر یہ کہ ہر وقت میں اسے پکڑے رکھوں آپ نے فرمایا:"اِنَّکَ لَسْتَ تَصْنَعُ ذَالِکَ خُيَلآءَ"آپ تکبر کی وجہ سے ایسا نہیں کرتے (اس لیے آپ اس وعید میں داخل نہیں ہیں)۔ [24]

رسول اللہ ﷺ نے ''خُیَلاَءَ''کا لفظ بول کر حکم کے ساتھ اس کی علت بھی ارشادفرمادی تھی مگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تردد پر دوبارہ تعلیم دی کہ میرے فرمان کی علت وسبب کو سمجھو یہ وعیدان لوگوں کے لیے ہے جو تکبر سے ایسا کرتے ہیں جبکہ آپ تکبر سے نہیں کرتے ہو لہذا جب حکم کی علت وسبب نہیں پایا جارہا تو حکم بھی نہیں پایا جارہا اس لیے آپ وعید میں شامل نہیں ہیں۔

صحابہ کرام کا فقہی استدلال کرنے میں اسباب ورود حدیث کو بنیاد بنانا اگر فقہی مسائل کے استنباط کے لئے احادیث کے اسباب ورود کی اہمیت صحابہ کے طرز عمل سے دیکھی جائے تو یہ بات ماننے بغیر کوئی چارہ نہیں رہتا کہ صحابہ کی نظر میں احادیث کے اسباب وعلل کی بہت اہمیت تھی اور صحابہ اسباب کی بنیاد پر ہی فیصلے کیا کرتے تھے۔ مثلاً:

اہل علم پر یہ مخفی نہیں ہے کہ رسول اکرم ﷺ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ اقدس میں خواتین نماز مسجد میں ادا کیا کرتی تھیں لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حالات بدل جانے، فتنہ کے عام ہو جانے اور خواتین کی عزت کے پامال ہو جانے کے خدشہ کے پیش نظر ان پر پابندی لگا دی کہ وہ مسجدوں کی بجائے گھر میں نماز پڑھا کریں جبکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''إِذَا اسْتَأْذَنَكُمْ نِسَاؤُكُمْ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسْجِدِفَأْذَنُوا لَهُنَّ''[25]

''جب تمہاری عورتیں تم سے رات کو مسجد جانے کی اجازت مانگیں تو تم انہیں اجازت دے دیا کرو''۔

اس حدیث میں''فَأْذَنُوا'' امر کا صیغہ ہے جو وجوب کا تقاضا کر رہا ہے مگر حضرت عمر نے خواتین کے مسجد آنے پر اس لیے پابندی لگا دی کہ رسول اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں عورتیں مکمل محفوظ تھیں اور آپ ﷺ کی صحبت وتربیت کی برکت سے تمام مرد وخواتین انتہائی باحیاء اور طہارت پسند تھے بعد میں حالات کافی تبدیل ہو گئے، فتنہ عام ہو گیا اور برائی کا رجحان بڑھ گیا لہذا جو حکم رسول اکرم ﷺ کے زمانہ میں تھا اسے بعد میں برقرار رکھنا ممکن نہ تھا اس لیے حضرت عمر نے مذکورہ اسباب کے باعث (اجازت پر نص صریح کے باوجود) خواتین کے مسجد آنے پر پابندی عائد کر دی چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا اس پابندی کی حمایت کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

''لَوْاَدْرَكَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَااَحْدَثَ النِّسَآءُ لَمَنَعَهُنَّ''

''عورتوں نے جو طور طریقے اب اختیار کر لیے ہیں اگر رسول اکرم ﷺ کے زمانہ میں کرتیں تو آپ ﷺ بھی انہیں مسجد میں آنے سے منع فرمادیتے''۔[26]

احکام کے وقت اور نوعیت کا ادراک اسباب ورود کی معرفت سے ہی حاصل ہو سکتا ہے

فقہی استدلال سے پہلے حدیث کا سببِ ورود جاننے سے ہی یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں بیان کردہ حکم کا تعلق وقتی مصالح سے ہے یا ہمیشہ کے لیے ہے اور یہ حکم کس نوعیت کا ہے لیکن اگر سبب کا فہم ہی نہ ہو تو یہ سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے مثلاً حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"غُسْلُ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰی كُلِّ مُحْتَلِمٍ"[27]

"ہر بالغ پر جمعہ کا غسل واجب ہے"۔

اس حدیث کے الفاظ سے بظاہر جو حکم معلوم ہو رہا ہے وہ واضح ہے کہ غسلِ جمعہ واجب ہے مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کے سبب وعلت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ غسل جمعہ واجب نہیں ہے آپ ﷺ نے یہ حکم اس لیے صادر فرمایا تھا کہ آپ کے زمانہ میں مسجد چھوٹی تھی، لوگ سوت کے کپڑے پہنتے تھے، کام کاج کی وجہ سے اس میں پسینہ کی سخت بدبو پیدا ہو جاتی جب وہ مسجد آتے تو مسجد میں پسینہ کی بدبو پھیل جاتی جس سے لوگوں کو تکلیف ہوتی، اب اللہ تعالی نے مال کی فراوانی دی ہے، لوگ سوت کے کپڑے بھی نہیں پہنتے، مشقت کرنے کی بھی زیادہ ضرورت پیش نہیں آتی اور مسجد بھی وسیع کر دی گئی ہے اس لیے اب وجوبِ غسل کا یہ حکم جاری نہیں ہوگا۔[28]

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کو دیکھا۔ آپ نے طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل کیا یعنی سینہ اکڑاتے ہوئے چلے۔[29]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ حج کی سنت نہیں ہے بلکہ یہ ایک وقتی حکم تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ مشرکین نے کہا تھا کہ محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھی تھکاوٹ کے باعث طواف ہی نہیں کر سکیں گے تو رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کو رمل کا حکم دیا تاکہ مسلمان طاقتور نظر آئیں۔[30]

اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"سَمُّوا بِاسْمِي وَلاَ تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِي"

"تم میرے نام پر نام رکھو میری کنیت (ابوالقاسم) پر اپنی کنیت نہ رکھو"۔[31]

اس حدیث کے ظاہر الفاظ کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم ابدی ہے جبکہ یہ حکم وقتی مصالح سے تعلق رکھتا تھا ابدی نہیں کیونکہ اس کا سبب ورود یہ کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ بازار میں جا رہے تھے تو ایک شخص نے پیچھے آواز لگائی یا اباالقاسم جب آپ نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا تو اس نے کہا میں نے آپ کو نہیں (فلاں کو) بلایا ہے[32] تو اس وقت آپ نے حکم دیا کہ میرے نام پر تم اپنا نام رکھا کرو مگر میری کنیت پر اپنی کنیت نہ رکھا کرو کیونکہ اس میں ایذاء رسول کا پہلو ہے۔ اس سبب سے ہی واضح ہوا ہے کہ اس حکم کا تعلق صرف آپ کی ظاہری حیات کے ساتھ تھا کیونکہ اسی وقت ہی ایذا کا پہلو موجود تھا آپ کی ظاہری حیات کے بعد چونکہ ایذا کی یہ علت مفقود ہو چکی ہے اس لیے کوئی بھی شخص اپنے بڑے بیٹے کا نام قاسم رکھ کر اپنی کنیت ابوالقاسم رکھ سکتا ہے۔

حکم شرعی کی تعمیم یا تخصیص کا علم اسباب ورود کی معرفت سے ہی حاصل ہوتا ہے

فقہی استدلال میں احادیث کے اسباب وعلل کا جاننا اس لیے بھی ضروری ہے کہ اگر اسباب ورود معلوم ہوں گے تو ہی حکم میں تعمیم یا تخصیص کی تعیین کی جا سکے گی مثلاً، حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو ان کے خاوند نے تین طلاقیں دے دیں تو رسول اکرم ﷺ نے فیصلہ فرمایا

کہ "لَيْسَتْ لَهَانَفْقَةٌ وَلَا مَسْكَنٌ"ان کے لیے (شوہر پر) نہ نفقہ ہے اور نہ ہی رہائش۔[33]

رسول اکرم ﷺ کے اس فیصلہ سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ مطلقہ عورت کا نفقہ اور رہائش خاوند کے ذمہ نہیں ہے جب کہ کسی فقیہہ کے نزدیک بھی ایسا حکم نہیں ہے جب اس کے سبب پر غور کریں تو اس بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"اِنَّ فَاطِمَةَ كَانَتْ فِي مَكَانٍ وَّحْشٍ فَخِيْفَ عَلٰى نَاحِيَتِهَا فَلِذَالِكَ اَرْخَصَ لَهَاالنَّبِيُّ ﷺ"

"فاطمہ ویران مکان میں رہتی تھیں انہیں خطرہ لاحق تھا اسی وجہ سے رسول اکرم ﷺ نے انہیں رخصت دے دی"۔[34]

معلوم ہوا کہ یہ حکم عام نہیں تھا بلکہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے ساتھ خاص تھا اور یہ تخصیص سببِ ورود حدیث کو جاننے کے بعد ہی واضح ہوئی کیونکہ تخصیص یا تعمیم کا فیصلہ سببِ ورود کو جانے بغیر ممکن نہیں تھا۔

خلاصۂ کلام وسفارشات

فقہی مسائل کے استدلال واستنباط کے لیے احادیث کے اسبابِ ورود کو جاننا انتہائی ضروری اور اہم ہے ان کے جانے بغیر مقصود نبی ﷺ تک رسائی نہ صرف مشکل ہے بلکہ بعض مقامات پر تو نا ممکن ہے، اس لئے عصر حاضر کے جدید مسائل کے حل کے لئے سفارش کی جاتی ہے کہ اس موضوع کو عوام وخواص میں روشناس کرانے اور اس کی اہمیت اجاگر کرنے کے لئے اہل قلم سے زیادہ سے زیادہ آرٹیکلز تحریر کرائے جائیں اور اہل اقتدار اس موضوع پر کانفرنسز اور سیمینارز کرائیں نیز اس موضوع کو باقاعدہ شاملِ نصاب کیا جائے تاکہ علماء کرام اس بارے مکمل آگاہی حاصل کرکے حتی المقدور فقہی استدلال میں غلطی کرنے سے محفوظ رہیں اور اس کے ساتھ ساتھ روز بروز پیش آنے والے مذہبی ومعاشرتی جدید مسائل کو احادیث کی روشنی میں حل کرکے عوام وخواص کے لیے آسانی کے راستے بھی میسر کرسکیں۔

حواشی وحوالہ جات

[1]جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکرالسیوطی،**اللمع فی اسباب الحدیث** (جامعة الملک عبدالعزیز کلیات الشریعةوالدراسات1979)،ص 2۔

[2]محمدبن المکرم الافریقی،**لسان العرب**،(بیروت:داراصادر1968ء)،ج1،ص458۔

[3]التھانوی،**کشاف اصطلاحات الفنون**،(مکه:نشرالہیئة العامة،س ن)،ج3،ص127۔

[4]ابن فارس القزوینی،**معجم مقابیس اللغة**،(دارالجیل بیروت1991ء)،ج6،ص105۔

[5]الافریقی،**لسان العرب**،ج4،ص471۔

[6] ابوعبدالله محمدبن ابی بکرزین الدین،**مختارالصحاح**،(بیروت:المکتبةالعصریة1420ھ)،ج1،ص68۔

[7]شیخ عبدالحق الدہلوی،**المقدمة علی مشکوٰة**،(ملتان:مکتبه امدادیه،س ن)،ص3۔

[8]یحییٰ اسماعیل احمد،**اسباب الورودتحقیق کتاب اللمع**،(بیروت:نشردارالکتب العلمیه 1984)،ص11۔

[9]طارق اسعدالحلیمی،**علم اسباب ورودالحدیث**،(بیروت:جامعه باشمسیه دارابن حزم،طبعه اولیٰ 2001ء)،ص24۔

[10]السیوطی،**اللمع فی اسباب ورودالحدیث**،ص5۔

[11]ابراہیم بن محمدابن حمزه الدمشقی،**البیان والتعریف فی اسباب ورودالحدیث الشریف**،(بیروت:دارالمعرفة 2003ء)،ص3۔

[12]ابوالحسن مسلم بن الحجاج القشیري،**المسندالصحیح**،(بیروت:داراحیاء التراث العربي،س ن)،رقم الحدیث:2363۔

[13]ایضاً رقم الحدیث:115۔

[14]ابن عابدین محمدامین بن عمرالشامی،**ردالمحتارعلی درالمختار**،(بیروت:دارالفکر1992ء)،ج 2،ص 421۔

[15]القشیری،**المسندالصحیح**،رقم الحدیث:1115۔

[16]یوسف بن عبدالله القرطبی،**التمهیدلما في الموطأ من المعاني والأسانید**(دمشق:وزارة عموم الأوقاف والشؤون الإسلامیةالمغرب1387 ھ) ج2،ص174۔

[17]ابن کثیر،**تفسیرالقرآن العظیم**،(بیروت:دارطیبة للنشروالتوزیع 1999ء) تحت البقرة 2:158،ج1،ص469۔

[18]القرآن الکریم 3:188۔

[19]ابن کثیر،**تفسیرالقرآن العظیم**،تحت ال عمران 3:188،ج2،ص181،

[20]الدکتوررافت سعید،**اسباب ورودالحدیث تحلیل وتاسیس**،(قطر:کلیة الشریعة والدراسات الاسلامیة قسم التفسیروالحدیث جامعة،س ن)،ص 11۔

[21]احمدبن حنبل،**مسندالامام احمدبن حنبل**،(قاهره:موسسه قرطبة،س ن)،رقم الحدیث:4866۔

[22]حمدبن عبدالله الحاکم،**المستدرک علی الصحیحین**،(بیروت:دارالکتب العلمیه،س ن)،رقم الحدیث:2855۔

[23]ابوداودسلیمان بن اشعث،**سنن ابی داؤد**،(بیروت:مکتبه عصریه،س ن)،رقم الحدیث:650۔

[24]محمدبن اسماعیل البخاری،**الجامع الصحیح**،(بیروت:دارطوق النجاة،س ن)،رقم الحدیث:3665۔

[25]ایضاً رقم الحدیث:865۔

[26]ایضاً رقم الحدیث:869۔

[27]احمدبن حنبل، **مسندالامام احمدبن حنبل**،رقم الحدیث:11578۔

[28]ابوداود، **سنن ابی داؤد**،رقم الحدیث:353۔

[29] القشیری، **المسندالصحیح**،رقم الحدیث:1262۔

[30]ایضاً رقم الحدیث:1264۔

[31]البخاری، **الجامع الصحیح**،رقم الحدیث:2120۔

[32]ایضاً رقم الحدیث:2120۔

[33]ابوداودسلیمان بن اشعث، **سنن ابی داؤد**،رقم الحدیث:2286۔

[34]البخاری، **الجامع الصحیح**،رقم الحدیث:5325۔